www.KitaboSunnat.com

عمران اسلم ☆

'اہل اشراق' کے قراءاتِ قرآنیہ پر حالیہ اِعتراضات

'الاشراق' کے اکتوبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں غامدی صاحب کے خوشہ چیں محمد رفیع مفتی صاحب نے قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے اپنی بعض نگارشات کا اِظہار کیا ہے، جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

- قراءتوں کے رد وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے۔
- بعض قراءتوں سے معنی ومفہوم میں فرق واقع ہوجاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔
- تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔

ان اِعتراضات کی حقیقت کیا ہے، بالترتیب ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

قراءتوں کے ردّ وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے، بس اہل فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں جن پر پورا اترنے والی قراءت کو قبول کیا جاتا اور باقی کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:

① قراءت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہو۔

② لغت، محاورے اور قواعد زبان کے خلاف نہ ہو۔

③ اس کی سند معتبر اور مسلسل واسطے سے نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہو۔

سب سے پہلے تو ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ مفتی صاحب نے اپنے پورے فتویٰ میں بار ہا لفظ قراءت کو 'قرأت' لکھا ہے، حالانکہ اس سے قبل محترم حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون میں غامدی صاحب کی اس غلطی کی جانب توجہ دلا چکے ہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ جس جگہ پر قراءت کی جمع 'قراءات' استعمال ہونی چاہیے تھی وہاں بھی 'قرأت' ہی سے کام چلایا گیا ہے۔ لیکن ذخیرۂ اَحادیث کے بعد لغت کی کتابوں کو کھنگالنے کے بعد بھی جس طرح ہم غامدی صاحب کے فرمان کہ 'امت میں یہ نقطۂ نظر بھی موجود ہے کہ قرآن کریم کی قراءت صرف ایک ہے' میں حلقۂ اِشراق کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا ایسا نقطۂ نظر تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے، یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا۔ مفتی صاحب کے لفظ 'قرأت' پر اِصرار کی وجہ ہم تو یہی سمجھ پائے ہیں کہ وہ لفظ 'قراءت' کا استعمال کر کے اپنے 'روحانی پیشوا' جاوید احمد غامدی صاحب کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہ رہے تھے، جو اپنی کتاب 'میزان' میں اسے 'قرأت' درج کر چکے ہیں، اور سادہ سی بات ہے کہ جب غامدی صاحب کی اندھا دھند تقلید میں اُمت کے معتد بہ طبقے کو صرف ایک 'قراءت' کا قائل قرار دیا جا سکتا ہے تو اس قدر معمولی 'غلطی' دہرانے میں کیا مضائقہ ہے۔

جناب مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ قراءتوں کے ردّ وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے بس اہلِ فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم عرض کرتے چلیں کہ وہ تمام قراءات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ کسی منصوص معیار کے بجائے اہلِ فن کے مقرر کردہ انہی قواعد کی رو سے پہنچی ہیں، جن میں غامدی صاحب کی اِختیار کردہ 'قراءت

☆ فاضل کلیّة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفص' جو اصل میں روایتِ حفص ہے، بھی شامل ہے۔ اگر روایتِ حفص ان قواعد سے ہٹ کر کسی منصوص معیار کے مطابق اہلِ اشراق تک پہنچی ہے تو ضرور آگاہ کریں تاکہ پوری اُمت اپنے اختیار کردہ مؤقف پر نظرِ ثانی کر سکے۔

ہم ان قواعد سے متعلق کسی قسم کی بحث سے قبل اس قدر وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ان قواعد کو مقرر کرنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی اور صرف انہی قواعد پر پورا اترنے والی قراءت ہی کو قبولیت کیوں حاصل ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب مختلف قراءات سے متعلق فتنہ وفساد رونما ہونے لگا اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی تو انہوں نے اُمت کو فتنہ اور اِختلاف سے بچانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع سے تمام وہ قراءات جو عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھیں یا وہ تفسیری کلمات جو بعض صحابہ نے اپنے اپنے مصاحف میں بطور حواشی درج کر رکھے تھے، کو ان تمام سے الگ کر دیا۔ پھر یہ مصاحف ماہرینِ قراءات کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور باقی تمام مصاحف کو تلف کرنے کا حکم دے کر اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر جب ان قراءات کو سیکھ کر اپنے علاقوں میں پہنچا تو ان سے سیکھنے والے ظاہر ہے کہ عدل وثقاہت اور حفظ واتقان میں ایک جیسے نہیں تھے۔ بعض جو عدالت وحفظ کے اس معیار پر نہ تھے، انہوں نے بعض قراءاتِ شاذہ اور ضعیفہ کو قرآن سے ملانا شروع کر دیا، بعض نے اِجماعِ امت سے ہٹ کر اپنے اپنے معیارات مقرر کر لیے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر امت میں اختلافات کا خطرہ پیدا ہوا تو ائمہ عظام کی جانب سے قرآنِ کریم کو غیرِ قرآن سے الگ کرنے کے لیے گہرے غور وخوض اور دقت نظری کے بعد چند اصولی ضوابط اور معیارات مقرر کر دیئے گئے۔ پوری امت انہی اصولوں پر اعتماد کا اظہار کرتی رہی ہے اور انہی کو قراءات کے رد وقبول کا معیار قرار دیتی رہی ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ ان تین شرائط کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس اصول کے مطابق جو بھی قراءت ہوگی وہ قراءتِ صحیحہ اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا، مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر تینوں شرائط میں سے کسی ایک شرط میں خلل آ جائے تو وہ قراءت شاذہ، ضعیف یا باطل ہوگی۔'' [النشر: ۹/۲]

ایک جگہ پر فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو عربی (نحوی) وجہ کے موافق ہو، رسم مصحف کے مطابق ہو (خواہ یہ مطابقت تقدیری ہو) اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی۔ اس کو رد کرنا جائز نہیں ہوگا۔'' [منجد المقرئین: ۱۵]

ان تین قواعد کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

سند متواتر

کسی قراءت کے صحیح ہونے کے لیے اولین معیار یہ ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک متواتر ہو۔ جو قراءت سنداً اس معیار پر پوری نہ اترے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا، ہمارے ہاں تواتر کا وہی مفہوم درست ہے جو کہ جمہور اہل الحدیث کے ہاں معروف ہے یعنی 'ما أفاد القطع فهو متواتر' (اس ضمن میں تفصیلی بحث کے لیے رشد قراءات نمبر حصہ اول میں مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوت قراءات کا ضابطہ' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے نیز اس شمارہ میں مکتوب بنام حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف عثمانی کے رسم کی موافقت

وہ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔ یہ موافقت حقیقی بھی ہوسکتی ہے اور تقدیری بھی۔ مصحفِ عثمانی کے رسم کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کے مشورہ سے جب تمام اُمت کو ایک رسم پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ مصاحف کا رسم ان تمام حروف پر مشتمل ہو جو عرضۂ اَخیرہ کے وقت باقی رکھے گئے تھے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾[الفاتحة:٣] میں [مٰلِكِ] کو[مَلِكِ]اور [مُلِكِ]دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءات ،متواترہ ہیں، روایتِ حفص میں اسے [مٰلِكِ] میم پر کھڑا زبر اور روایت ورش میں [مَلِكِ] میم پر زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔لیکن جس مقام میں اختلاف قراءت کے متعلق متواتر سند نہ ہو وہاں رسم الخط میں گنجائش کے باوجود دوسری قراءت پڑھنا ناجائز اور حرام ہے مثلاً سورۃ الناس کی دوسری آیت رسم عثمانی کے مطابق اس طرح ہے، ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:٢] اس مقام پر تمام قراء مَلِكِ النَّاسِ ہی پڑھتے ہیں اسے کوئی بھی مٰلِكِ النَّاسِ نہیں پڑھتا، کیونکہ یہاں اختلافِ قراءت منقول نہیں ہے۔

◉ ابوبکر الانباری فرماتے ہیں:

"اجتمع القراء على ترك كل قراءة مخالف المصحف." [البحر المحيط:٦٠/٧]

''تمام ائمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہوگی۔''

لغتِ عرب کی کسی وجہ کی موافقت

اس شرط کو دوسری دونوں شروط کا لوازمہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ قراءت جو متواتر سند کے ساتھ منقول ہو مصحف عثمانی کے خط کے بھی موافق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ لغتِ عرب میں بھی اس کی کوئی وجہ موجود ہو، اگرچہ وہ زیادہ معروف نہ بھی ہو۔

یاد رہے کہ قرآن کریم کی ایسی کسی قراءت کا وجود نہیں ہے جو متواتر ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ موجود نہ ہو۔ اور اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ ایک ایسی ثابت شدہ متواتر قراءت جس میں بقیہ دونوں شروط تو پائی جا رہی ہیں لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ نہ مل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پوری لغت عرب میں اس کا وجود نہیں ہے، یہ بات قطعی ہے کہ ہر وہ قراءت جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے موافق ہو وہ نازل کردہ قرآن ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جو وجود لغت کا پتہ دے رہی ہے اور جس کے ثبوت میں کوئی بحث نہیں ہے۔

◉ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حروف نقل وروایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو، کیونکہ قراءت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر (قطعیت) کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔[جامع البيان في القراء ات السبع:ق١٧٧/ب]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ کسی بھی قراءت کو قبول کرنے کے لیے یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو ائمہ کرام نے مقرر کیا ہے۔ جس قراءت میں ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہوگا اسے شاذ قرار دیا جائے گا۔ ان تین شروط کی جانچ پرکھ کے ساتھ اس خیال کی شدت کے ساتھ نفی کی جاسکتی ہے کہ امت میں کوئی ایسی قراءت عام ہو جائے جو بطور تفسیر نقل کی گئی تھی یا عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھی۔

◉ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مختلف قراءتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے اور مزید یہ کہ بعض قراءتوں میں معنی ومفہوم میں بھی فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔''

جناب مفتی صاحب نے بڑی شدو مد کے ساتھ یہ تو دعویٰ کر دیا ہے کہ قراءات کے بدلنے سے معنی ومفہوم اور شریعت کا حکم بدل جاتا ہے لیکن اس کے لیے کسی ایک بھی قراءت کو بطور دلیل نقل کرنا گوارا نہیں کیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی ایسی متواتر، حتیٰ کہ شاذ قراءت کا بھی وجود نہیں ہے جس سے شریعت کا حکم بدل جاتا ہو۔ امت کے ہر دور میں اَحکام فقہ اور قواعد نحو میں مختلف قراءاتِ قرآنیہ سے بھرپور مدد لی گئی ہے، قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں تو قراءات کو ایک اَہم ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور اس بات پر اِجماع نقل کیا گیا ہے کہ ہر ایک قراءت کو مستقل آیت شمار کیا جائے گا اور اگر ان کے مابین تعارض ہوتا ہے تو ان کا تعارض بالکل اسی طرح حل کیا جائے گا جیسا کہ دو آیات کا کیا جاتا ہے۔ اَحکام القرآن للجصاص میں ہے:

"وهاتان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتهما الأمة تلقيا من رسول الله ﷺ."

''یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔'' [احکام القرآن للجصّاص:۳۲۵/۲]

◉ علامہ قنوجی لکھتے ہیں:

"وقد تقرّر أن القراءتين بمنزلة الآيتين فكما أنه يجب الجمع بين الآيتين المشتملة إحداهما على زيادة بالعمل بتلك الزيادة، كذلك يجب الجمع بين القراءتين."

[نيل المرام:۳۵]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں میں بھی جمع وتطبیق واجب ہے۔''

◉ علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وتعارض القراءتين بمنزلة تعارض الآيتين." [الإتقان:۳۰/۲]

''دو قراءتوں کا تعارض دو آیتوں کے تعارض کی طرح ہے۔''

◉ تفسیر روح المعانی میں ہے:

"ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراءتين المتواترتين إذا تعارضتا في آية واحدة فلهما حكم آيتين." [۶۶/۶]

''اصولی قواعد میں سے ایک یہ ہے (دونوں طائفوں کے نزدیک) کہ متواتر قراءتیں جب ایک آیت میں متعارض ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔''

مزید برآں قرآن کریم کا متنوع حروف پر نازل ہونا اُمت محمدیہ کے فضائل وخصائص میں سے ہے، کیونکہ پہلی کتبِ سماویہ ایک حرف پر نازل ہوئیں اور وہ امتیں ان کتب کو صرف ایک ہی حرف پر پڑھ سکتی تھیں اور ان متعدد اَحرف سے جہاں قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی مقصود تھی وہاں ان میں بہت سے فوائد اور حکمتیں بھی پنہاں تھیں۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔قراءات کا تعدد تحریف وتغییر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس ،تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں ۔جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

ایسی قراءات میں سے ایک ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ١ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴾ [الاسراء:۱۳]

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'يَلْقٰهُ' میں دو قراءات ہیں۔

① 'يَلْقٰهُ' (بفتح الیاء والقاف مخففة) اس قراءت کی صورت میں اس آیتِ مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہوگا۔اگر وہ شخص جنتی ہوگا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہوگا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

② 'يُلَقّٰهُ' (بضم الیاء وتشدید القاف) اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شے ہے۔اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ١ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا١ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ١ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرة:۱۰]

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ 'يَكْذِبُوْنَ' میں دو قراءاتیں ہیں۔

① 'يَكْذِبُوْنَ' (بفتح الیاء وسکون الکاف وکسر الذال) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

② 'يُكَذِّبُوْنَ' بضم الیاء وفتح الکاف وتشدید الذال المکسورة) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقین کے اَوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔

پہلا وصف: وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کی خبروں میں جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسرا وصف: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

اورمنافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اَندر جمع کرلیا تھا۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعددِ قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔تحریف وتغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

◉ مفتی صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''ابوبکر وعمر، عثمان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تمام مہاجرین وانصار کی قراءت ایک ہی تھی۔ وہ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ یہ وہی قراءت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریل امین علیہ السلام کو دومرتبہ قرآن سنایا۔عرضۂ اَخیرہ کی اس قراءت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔'' [الاتقان فی علوم القرآن:۱/۳۳۱]

حلقۂ اِشراق کی طرف سے پیش کی جانے والی قراءتِ عامہ کی دلیل اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کے قول کی حقیقت تو حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون 'قراءتِ متواترہ ..... غامدی مؤقف کا تجزیہ' میں واضح کر چکے ہیں۔ہم 'شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات' کے مصداق مکرر عرض کیے دیتے ہیں۔

غامدی صاحب قرآن کو ثابت کرنے چلے ہیں اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر اُن کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ایک تابعی کا قول ہے کہ جس کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرھان' میں اس قول کی کوئی سند بیان نہیں فرمائی ہے۔اگر تو ایک تابعی کا یہ قول ایک سے زائد قراءات کے اِنکار پر مبنی ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا گمان ہے تو تابعی کے ایک ایسے قول کو، کہ جس کی سند بھی موجود نہ ہو، صحاح ستہ کی قراءات متواترہ کے ثبوت میں موجود صحیح، مستند، مرفوع اور اُمت میں معروف ومقبول روایات پر ترجیح دینا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

امام قراءت، امام اَبوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس کا معنی ومفہوم وہ نہیں ہے جو کہ غامدی صاحب سمجھ رہے ہیں ۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے جب اس قول کو اپنی کتاب 'البرھان' میں بیان کیا ہے تو انہیں تو وہ بات سمجھ میں نہ آئی جو کہ غامدی صاحب اِس قول سے نکال رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض روایات میں 'قراءتِ عامہ' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ قرأ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر:۱۷] مثل القراءة العامة . [صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، حديث: ۳۳۴۱]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کو قراءتِ عامہ کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا ہے۔''

جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

'قراءة العامة' أي القراءة المشهورة التي يقرأ بها عامة القراء الذين رووا القراءات المتواترة . "[صحيح البخاري: ۱۲۱۶/۳، دار ابن كثير اليمامة، بيروت]

''قراءاتِ عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے کہ جس کے مطابق ان عام قراء نے، کہ جنہوں نے قراءاتِ متواترہ کو نقل کیا ہے، قرآن کو پڑھا ہے۔''

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامہ' سے مراد بھی معروف ومتواتر قراءات ہی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ میں 'مُدَّكِر' کو اہلِ عرب کے استعمالات کی رعایت رکھتے ہوئے 'مذکر' پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس لفظ کا مادہ بھی 'ذکر' ہی ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دو اَساسی باتوں کو واضح کیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن کی قراءت میں اصل، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سماع ہے نہ کہ عرب کا محاورہ، دوسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ مسلمانوں نے جن طرق سے قرآن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے، ان سب میں یہ لفظ 'مُدَّكِر' ہی پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ کے دس اَئمہ نے بھی اسے 'مُدَّكِر' ہی پڑھا ہے۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کی قراءت کو واضح کرنے کے لیے 'کتاب التفسیر' میں چار اَبواب باندھے ہیں، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی چھ اَحادیث بیان کی ہیں، انہی میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ اس لفظ کو 'مذکر' پڑھنا چاہیے یا 'مدکر'؟

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامہ' سے مراد وہ قراءت ہے' جو قراءت شاذہ نہیں ہے یعنی قراءاتِ متواترہ۔ 'قراءاتِ شاذہ کے بالمقابل 'قراءتِ عامہ' ایک ہی ہے لیکن اپنی اَصل کے اعتبار سے یہ کئی ایک روایات پر مبنی ہے۔

علاوہ اَزیں امام ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے امام عاصم رحمہ اللہ کو جو قراءت پڑھائی تھی وہ دو روایتوں، روایتِ حفص اور روایتِ شعبہ پر مشتمل تھی۔ جبکہ غامدی صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایت حفص کو شامل ہے۔ پس اِمام ابوعبدالرحمٰن السلمی سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت شعبہ کا ثبوت اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ امام صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص پر مشتمل نہ تھی۔ اس رسالہ کے بعض دوسرے مضامین میں ان اَسناد کے بارے میں تفصیلاً بحث موجود ہے۔ [رشد قراءات نمبر: ۵۱۱/۱]

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اپنے مؤقف کے اِثبات کے لیے حافظ صاحب کے مضمون کا علمی طور پر محاکمہ پیش کیا جاتا اور اس کا کافی وشافی جواب دیا جاتا، لیکن چونکہ حلقۂ اشراق روز اول سے اپنے مؤقف کے خلاف محکم براہین کے ہوتے ہوئے بھی 'میں نہ مانوں' کی پالیسی پر بڑی جرأت کے ساتھ کاربند رہا ہے لہٰذا یہاں بھی اپنے اُصول کی خلاف ورزی کو مناسب خیال نہیں کیا۔ بہرحال ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے مزید چند ایک گزارشات پیش کرتے ہیں۔

اولاً: یہ کہ اِمام زرکشی رحمہ اللہ نے ابوعبدالرحمٰن السلمی کا مذکورہ قول جمع قرآن کی بحث میں ذکر کیا ہے جس سے ان کا مقصود ترتیبِ سور اور آیات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یکساں عمل نقل کرنا ہے نہ کہ قرآن کی قراءات کے متعلق بحث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا کہ قراءتِ عامہ سے مراد صرف روایتِ حفص ہے۔

ثانیاً: یہ کہ غامدی صاحب کے اِس قول سے استدلال کے مطابق تو تمام مہاجرین وانصار کی ایک ہی قراءت یعنی روایتِ حفص ہونی چاہیے تھی اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر لوگوں میں قراءت کے حوالے سے اختلاف ہی کیوں رونما ہوا تھا ایک شخص قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ترجیح دے رہا تھا تو دوسرا قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو، حالانکہ آپ کے بقول تو ان سب کی قراءت ایک تھی۔اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس . قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرءون بقراءة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرءون بقراءة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام فيكفر بعضهم بعضاً ."

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو وہ واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین ! لوگوں کی خبر لیجئے۔انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جسے اہلِ عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اِختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔'' [عمدۃ القاری:۱۶]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔انہیں اس بات کی اِطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اَندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اِختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ [الاتقان فی علوم القرآن:۱/۶۱]

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے اختلافات موجود تھے اور انہوں نے اپنے اپنے اختیارات اپنا رکھے تھے اور قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص کو ہی نہیں بلکہ دیگر متواتر قراءات کو بھی شامل تھی۔اس سلسلہ میں ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے ان اَقوال کو پیش کرتے ہیں جو متعدد قراءات قرآنیہ سے متعلق ان کا مؤقف واضح کرنے اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ پنجہ آزمائی کر کے ثابت شدہ قراءات کا اِنکار کرنے والوں کے لیے کافی ہوں گے۔

- امام صاحب فرماتے ہیں:

"إن القراءات توقيفية وليست اختيارية ."

''قراءات توقیفی ہیں نہ کہ کسی کی اپنی اختیار کردہ ہیں۔''

- مزید فرماتے ہیں:

"وقد انعقد الإجماع على صحة قراءة هؤلاء الأئمة وأنها سنة متبعة لا مجال للإجتهاد فيها ."[البرهان فی علوم القرآن: ۱/۳۲۲]

''قراءِ عشرہ کی قراءت کی حجیت پر اِجماع منعقد ہو چکا ہے، یہ قراءات، سنت متبعہ (یعنی توقیفی) ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔

- قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة في المصحف ."[البرهان فی فی علوم القرآن:۲۲۳/۱]

''یہ سبعہ حروف نبی کریم ﷺ سے بڑے مشہور ومعروف ہیں۔ائمہ نے سبعہ حروف کو ضبط کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انہیں مصاحف میں ثابت رکھا۔''

ایک جگہ پر اَحرف سبعہ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''سبعہ اَحرف پر انزال قرآن کی اجل حکمت اور اہم غرض یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کی بابت عرب پر تیسیر وآسانی پیدا کر دی جائے۔ اَحرف سبعہ پر انزالِ قرآن منجانب اللہ امت محمد یہ پر توسع ورحمت اور تخفیف وتیسیر کا معاملہ ہے، کیونکہ اگر عرب کا ہر قبیلہ فتح وامالہ، تحقیق وتخفیف، مد وقصر وغیرہ کے متلق اپنی عادی وطبعی لغت کو چھوڑ کر چار وناچار دوسرے قبیلہ کے لغت کے موافق پڑھنے کا مکلّف قرار دیا جاتا تو اس میں بہت تنگی ومشقت لازم آتی۔''

[البرهان فی علوم القرآن:۲۷۷/۱]

لہٰذا اِمام زرکشی رحمہ اللہ کا کہنا کہ 'تمام مہاجرین وانصار قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے' اس میں صرف روایتِ حفص داخل نہیں تھی بلکہ قراءتِ عامہ تمام متواتر قراءات کو شامل تھی اور اسی کے مطابق صحابہ وتابعین اور مابعد اَدوار کے تمام لوگ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو سیکھتے اور سکھاتے چلے آرہے ہیں۔

اس تمام تر وضاحت کے بعد ہم اس قدر ہی کہہ سکتے ہیں خدا تعالیٰ مفتی موصوف اور ان کے کارپردازان کو نفس مسئلہ سمجھنے کی توفیق دے اور حقائق کے ادراک کے بعد کھلے دل سے تسلیم کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ